رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

سالانہ چندہ پانچ روپیہ (ہ)

جلد (۱۴)	قادیان مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۴۸ھ	نمبر ۳۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت بفضلہ اچھی ہے۔

(۲) ۱۴ نومبر کو لاہور سے مختلف کالجوں کے احمدی طلباء جن کی تعداد ۵۶ تھی۔ اور ان میں سے قریب دس کے غیر احمدی طلباء بھی تھے۔ قادیان آئے۔ اور یہاں کی مختلف ٹیموں سے میچ کر کے کسی میں ہارے اور کسی میں جیتے ۱۷ نومبر کی شام کو واپس لاہور گئے۔ ان ایام میں کالجیٹ کی طرف سے ایک گارڈن پارٹی مولوی رحمت علی صاحب مبلغ سماٹرا اور ان کے ہمراہیوں کو دی گئی۔ جس میں حضرت صاحب بھی رونق افروز ہوئے مولوی عبدالسلام صاحب عمر خلف حضرت نور الدین اعظمؓ نے زبانی ایڈریس دیا۔ اس کے جواب میں مولوی رحمت علی صاحب نے تقریر فرمائی۔ آخر میں حضرت صاحب نے نصائح فرمائیں۔ سلات کو ان کی قیام گاہ واقعہ بورڈنگ ہائی سکول میں مولوی محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول کا انگریزی اور چوہدری فتح محمد صاحب سیال اور شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے اردو میں لیکچر ہوئے۔ اگلی رات کو ایک مشاعرہ ہوا۔ جو خالص

احمدیوں کا اہلحدیث سے لالہ موسیٰ میں کامیاب مناظرہ

۳ اکتوبر بروز اتوار جماعت احمدیہ لالہ موسیٰ اور اہلحدیث کے درمیان حیات و وفات مسیح ناصری علیہ السلام (۲) اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر ۸½ بجے رات سے لے کر ۱۲½ رات تک زیر صدارت چوہدری شیر علی صاحب ذیلدار موضع دھامہ قرار پایا ہر دو مضمونوں میں مدعی جماعت احمدیہ تھی اور ہر مضمون کے لئے وقت ۲ گھنٹہ تھا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم گجراتی اور جماعت اہلحدیث کی طرف سے حافظ فضل الرحمٰن صاحب مناظر تھے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے مناظرہ نہایت کامیاب رہا۔ وفات مسیح کے مضمون پر ملک صاحب نے متعدد آیات و احادیث پیش کیں۔ مگر فریق مخالف ان کو آخر وقت تک توڑ نہ سکا۔ غیر احمدی پبلک نے اپنے مناظر کی اس کمزوری کو محسوس کیا۔ چنانچہ جب وفات مسیح کے مضمون کا مقررہ وقت دو گھنٹہ ختم ہو گیا۔ اور صداقت مسیح موعودؑ کا مضمون شروع ہونے لگا۔ تو تمام غیر احمدی پبلک نے اپنے مولویوں سے کہا۔ اب دوسرا مناظرہ نہ کرو۔ مگر مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ اصل مزیدار مضمون تو اب آتا ہے۔ پہلے مضمون پر قیاس نہ کرو۔ مگر جب صداقت مسیح موعودؑ کے مضمون پر ملک صاحب نے قرآن کریم کی سات آیات حضورؑ کی تائید میں پیش کیں۔ تو اہلحدیث کا مناظر ادھر ادھر کی باتیں کر کے وقت ٹالنے لگا۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ ابھی نصف وقت بھی ختم نہ ہوا تھا۔ کہ عین میدان مناظرہ سے وہ اٹھ کر چلے گئے۔ چوہدری شیر علی صاحب ذیلدار نے بھی جو بارسوخ معزز غیر احمدی ہیں۔ اپنے مولویوں کی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے انہیں مناظرہ کو جاری رکھنے سے روکا۔ الحمد للہ کہ مناظرہ کامیاب رہا۔ خدا تعالیٰ اس کے بہتر ثمرات پیدا کرے۔

(نامہ نگار)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کلام الامام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اولاد کس نیت سے طلب کرنی چاہیئے

انسان کو سوچنا چاہیئے۔ کہ اُسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کو محض طبعی خواہش ہی تک محدود نہ کر دینا چاہیئے۔ کہ جیسے پیاس لگتی ہے۔ یا بھوک لگتی ہے۔ لیکن جب یہ ایک اندازہ سے گذر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔

خدا تعالےٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اگر انسان خود مومن اور عبد نہیں بنتا ہے۔ اور اپنی زندگی کے اصل منشاء کو پورا نہیں کرتا۔ اور پورا حق عبادت کا ادا نہیں کرتا۔ بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے۔ اور گناہ پر گناہ کرتا ہے۔ تو ایسے آدمی کی اولاد کے لئے خواہش کیا نتیجہ رکھے گی۔ صرف یہی کہ گناہ کے لئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے۔ خود کون سی کمی کی ہے۔ جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو۔ کہ وہ دیندار اور متقی ہو۔ اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اُس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ میں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں۔ تو یہ کہنا بھی اس کا نرا دعویٰ ہی ہوگا۔ جب تک خود وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور منہ سے کہتا ہے۔ کہ میں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں۔ تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری ہے۔ کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے۔ اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنا دے۔ تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی۔ اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی۔ کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ اگر یہ خواہش صرف اسی لئے ہو۔ کہ ہمارا نام باقی رہے۔ اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو۔ یا وہ بڑی نامور اور مشہور آدمی ہو۔ اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔

یاد رکھو کسی نیکی کو بھی اس لئے نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ اس نیکی کے کرنے پر ثواب یا اجر ملیگا۔ کیونکہ اگر محض اس خیال پر نیکی کی جاوے تو وہ ابتغاء لمرضات اللہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس ثواب کی خاطر ہوگی۔ اور اس سے اندیشہ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی وقت وہ اُسے چھوڑ بیٹھے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ہر روز ہم سے ملنے کو آوے۔ اور ہم اس کو ایک روپیہ دیدیا کریں۔ تو وہ بجائے خود یہی سمجھے گا۔ کہ میرا جانا صرف روپے کے لئے ہے جس دن سے روپیہ نہ ملے اُسی دن سے آنا چھوڑ دیگا۔

غرض یہ ایک قسم کا باریک شرک ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ نیکی کو محض اس لئے کرنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ خوش ہو۔ اور اس کی رضا حاصل ہو۔ اور اس کے حکم کی تعمیل ہو۔ قطع نظر اس کے کہ اس پر کوئی ثواب ہو یا نہ ہو۔ ایمان تب ہی کامل ہوتا ہے۔ جبکہ وسوسہ اور وہم درمیان سے اُٹھ جائے۔ اگرچہ یہ سچ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ مگر نیکی کرنے والے کو چاہیئے۔ کہ اجر مد نظر نہ رکھے۔ دیکھو اگر کوئی مہمان یہاں محض اس لئے آتا ہے۔ کہ وہاں آرام ملے گا۔ ٹھنڈے شربت ملیں گے۔ یا تکلف کے کھانے ملیں گے تو وہ گویا ان اشیاء کے لئے آتا ہے۔ حالانکہ خود میزبان کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ حتی المقدور انکی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ کرے۔ اور اُس کو آرام پہنچا وے۔ اور وہ پہنچاتا ہے۔ لیکن مہمان کا خود ایسا خیال کرنا اس کے لئے نقصان کا موجب ہے۔ تو غرض مطلب یہ ہے۔ کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہیئے۔ اس لحاظ سے اور اس خیال سے نہ ہو۔ کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔

خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ خدا تعالےٰ نے پندرہ سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دیدی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے۔ اور نہ کبھی مجھے یہ خواہش ہوئی۔ کہ وہ بڑے دنیادار بنیں۔ اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچکر مامور ہوں۔

غرض

جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو۔ اس کی نسبت تو سعدی کا یہ فتویٰ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے

کہ پیش از پدر مردہ بہ ناخلف

پھر ایک اور بات ہے۔ کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں۔ اور اولاد ہوتی بھی ہے۔ مگر کبھی یہ نہیں دیکھا گیا۔ کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن اور خدا تعالےٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور نہ مراتب تربیت کو مد نظر رکھتے ہیں۔

میری اپنی تو یہ حالت ہے۔ کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں میں اپنے دوستوں۔ اولاد اور بیوی کے لئے دعائیں نہیں کرتا۔

بہت سے والدین ایسے ہیں۔ جو اپنی اولاد کو بری عادتیں سکھاتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں۔ تو اس کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہو جاتے ہیں۔

ایک حکایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک لڑکا اپنے جرائم کی وجہ سے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اُس آخری وقت میں اُس نے خواہش کی۔ کہ میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں۔ جب اُس کی ماں آئی۔ تو اُس نے ماں کے پاس جاکر اسے کہا۔ کہ میں تیری زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔ جب اس نے زبان نکالی۔ تو اُسے کاٹ کھایا۔ اور دریافت کرنے پر اس نے کہا۔ کہ اسی ماں نے مجھے پھانسی پر چڑھایا کیونکہ اگر یہ مجھے پہلے ہی روکتی۔ تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حاصل کلام یہ ہے۔ کہ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں۔ مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو۔ بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو۔ اور جب اولاد ہوتی ہے۔ تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے۔ اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے۔ تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے۔ اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے۔ کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ اور خدا کو ہر ایک شے پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اور آگے کھول کر کہدیا۔ واجعلنا للمتقین اماما۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو۔ تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔ اس مضمون کی تقریر حضرت اقدسؑ نے بیان فرمائی۔ خدا تعالےٰ توفیق دے۔ کہ ہم متقی ہوں۔ اور پھر ہماری خواہش اولاد اس اصول پر ہو۔ آمین

لباس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

۷؍ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حسب دستور صبح سیر کے لئے نکلے۔ اور ابو سعید عرب نے لباس کے متعلق سوال کیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ:۔

"انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیئے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھلانا چاہیئے۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے۔ کہ جنہوں نے آج کل علیگڑھ میں تعلیم پاکر کوٹ پتلون وغیرہ سب کچھ ہی انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ پسند کرتے ہیں۔ کہ ان کی عورتوں کی وضع بھی انگریزی عورتوں کی طرح ہو۔ اور ویسے ہی لباس وغیرہ وہ پہنیں۔ جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے۔ تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر اُن کے دوسرے اوضاع اطوار اور حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے۔ اور تکلفات سے نفرت کی ہے۔

چھُری کانٹے سے کھانے پر فرمایا۔ کہ شریعت اسلام نے چھری سے کاٹ کر کھانے سے منع تو نہیں کیا۔ ہاں تکلف سے ایک بات یا فعل پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اس خیال سے کہ اس قوم سے مشابہت نہ ہو جاوے۔ ورنہ یوں تو ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا۔ اور یہ فعل اس لئے کیا۔ کہ تا امت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر اس طرح کھانا جائز ہے۔ مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلف کرنا (اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو حقیر جاننا) منع ہے۔ کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تتبع یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنی بھی چھوڑ دیتا ہے۔

من تشبہ بقوم فھو منھم سے مراد یہی ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نہ کرے۔ ورنہ بعض وقت ایک جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے جیسے کہ بعض کام کی کثرت ہوتی ہے۔ اور بیٹھے لکھتے ہوتے ہیں۔ تو کہدیا کرتے ہیں۔ کہ کھانا میز پر لگا دو۔ اور اس پر کھا لیتے ہیں۔ اور صف پر بھی کھا لیتے ہیں۔ چارپائی پر بھی کھا لیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں میں صرف گذارہ کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔

تشبہ کے معنے اس حدیث میں یہی ہیں۔ کہ اس لکیر کو لازم نہ پکڑ لینا۔ ورنہ ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شے ہے۔ کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے۔ اور خواہش کی ہے۔ کہ کاش ان کے مذہب میں یہ ہوتی۔ اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر اختیار کئے ہیں۔ مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں ترک نہیں کر سکتے"۔

ڈاڑھی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا فتویٰ

پھر عرب صاحب نے ڈاڑھی کی نسبت دریافت کیا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ کہ یہ انسان کے دل کا خیال ہے۔ بعض انگریز تو ڈاڑھی اور مونچھ سب منڈوا دیتے ہیں۔ وہ اسے خوبصورتی خیال کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس سے ایسی سخت کراہت آتی ہے۔ کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ ڈاڑھی کا جو طریق انبیاؤں اور راستبازوں نے اختیار کیا ہے۔ وہ بہت پسندیدہ ہے۔ البتہ اگر بہت لمبی ہو جاوے۔ تو کٹوا دینی چاہیئے۔ ایک مشت رہے یہ ایک امتیاز مرد اور عورت کے درمیان رکھ دیا ہے۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور آج کل ایک کتاب پلیگ گائڈ چھپی ہے۔ وہ کل ڈاکٹروں کے پاس روانہ کی گئی ہے۔ اس میں ایک ہدایت ہے کہ ان طاعون کے ایام میں ہرگز نہ ڈاڑھی منڈوانی چاہیئے کیونکہ اگر ذرا بھی زخم ہوا۔ تو طاعونی مادہ اس پر بہت اثر کرتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ استروں سے بھی بعض وقت زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ استرے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے۔ اور استرے کا استعمال تو منہ پر بہت خطرناک ہے۔ ہاں غیر مناسب بال جیسا کہ بعض رخسار پر ہوتے ہیں یا ڈاڑھی کے زوائد وغیرہ۔ یہ سب کاٹ دینے چاہئیں۔ نہ کہ منڈوانے"۔ (اخبار بدر ۱۹۰۳ء)

درخواست دعا

برادرم مولوی عبد الغفور صاحب قریباً دو ماہ سے بہت بیمار ہیں۔ احباب جماعت احمدیہ ان کی صحت کے متعلق دردِ دل سے دعا فرماویں۔ مولیٰ کریم ان کو صحت دے۔ نیز خاکسار کی لڑکی بخار سے بیمار ہے۔ اسکی صحت کے بارے میں بھی دعا فرماویں۔

(خاکسار محمد امین احمدی از لاہور میکلوڈ روڈ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شاردا بل اور احمدیہ جماعت

جماعت احمدیہ زیادہ تر شاردا بل کی دو وجوہ سے مخالفت کر رہی ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ یہ بات اصولاً نہایت مضرت رساں ہے۔ کہ عامۃ المسلمین کی زبردست مخالفت اور شدید احتجاج کے باوجود ہندو اپنی اکثریت سے جو قانون چاہیں جاری کرالیں اس سے یہ خطرہ ہے۔ کہ آئندہ وہ تعدد ازدواج۔ طلاق اور دیگر شرعی احکام بھی بروئے قانون منسوخ یا تبدیل کرا سکیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ اسلام نے اشد ضرورت کے وقت اس بات کی اجازت دی ہے۔ کہ چھوٹی عمر میں لڑکی کی شادی کی جاسکتی ہے لیکن اس صورت میں لڑکی کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ بڑی ہوکر اگر اس شادی کو پسند نہیں کرتی۔ تو مجسٹریٹ کے پاس درخواست دیکر اس نکاح کو فسخ کرا سکے۔

پس زیادہ تر یہی دو وجوہ ہیں۔ جن کی وجہ سے جماعت احمدیہ اس بل کی مخالف ہے۔ وگرنہ ہمارے خیال میں اس بل سے مداخلت فی الدین نہیں ہوتی ؂

"اشد ضرورت" کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے۔ کہ ایک شخص بستر مرگ پر پڑا ہے۔ اسے نظر آتا ہے۔ کہ اس کے بعد اس کے ورثاء اس کی لڑکی کو اپنی ذاتی مفاد کی خاطر کسی ناپسندیدہ جگہ بیاہ دینگے جس سے وہ غریب اور یتیم بچی ہولناک مصائب کا شکار ہوگی۔ پس اسے حق ہونا چاہیئے۔ کہ اپنی زندگی میں ہی اپنی سمجھ اور اطمینان کے مطابق جہاں وہ پسند کرے۔ اپنی لڑکی کا عقد نکاح کردے۔ تا اس کے ورثاء کے لئے اس کی موت کے بعد اس کی بچی کو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر جور و ستم کا تختہ مشق بنانے کا کوئی امکان نہ رہے۔

یوں تو عام طور پر مسلمان ایک یا دوسری وجہ سے اس ایکٹ کے خلاف ہیں۔ اور بہت ہی کم ایسے مسلمان ہیں جو اس کے مؤید ہوں۔ لیکن جو تھوڑے بہت اس کی تائید میں ہیں۔ وہ مداخلت فی الدین کی تردید میں تو خواہ کچھ نہ کچھ کہہ سکیں۔ لیکن وہ دلائل جن کی بناء پر ہم اس کے مخالف ہیں۔ انہیں وہ ہرگز نہیں توڑ سکتے۔

حال میں ایک صاحب سید عبد المجید صاحب کپورتھلہ نے اس بل کی حمایت میں ایک ٹریکٹ شائع کیا ہے۔ جس میں اس بات کا تو کوئی جواب نہیں۔ کہ عامۃ المسلمین کی ناراضگی کے باوجود کسی بل کا پاس ہو جانا مسلمانوں کے لئے بہت سی مشکلات کے دروازے کھول دیگا۔ لیکن اشد ضرورت والی دلیل کو توڑنے کی ناکام کوشش آپ نے ضرور کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"اس کا علاج یہ ہوسکتا ہے۔ کہ جائداد کا انتظام جن شخصوں کے سپرد کرنا مطلوب ہو۔ ان کی حفاظت میں ہی لڑکی دیدی جاسکے۔ تاکہ جب لڑکی بالغ ہو۔ اس کا نکاح ہوسکے" ۱۱ صفحہ

دراصل ایسے خیالات ہندوستانی تمدن و معاشرت پر قلت تدبر کا نتیجہ ہیں۔ یہ ایک احمقانہ خیال ہے کہ ہندوستانی لڑکی چودہ پندرہ سال کی عمر میں اس قدر آزاد ہو سکتی ہے۔ کہ وہ دوسروں کے تصرف سے آزاد ہو کر جس جگہ چاہے شادی کر سکتی ہے۔ ایک ایسی لڑکی جس کے والدین وفات پاچکے ہوں۔ اگر اس کے رشتہ دار اسے کسی ناپسندیدہ جگہ بیاہنا چاہیں۔ تو وہ اس ظلم سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتی۔ ہمیں بتایا جائے۔ کہ اس کے لئے کیا صورت ہے۔ کہ وہ ان کے ارادہ کو ٹھکرا دے۔ سوائے اس کے کہ بھاگ کر ان کی چنگل سے آزادی حاصل کرنے۔ لیکن ایک یتیم لڑکی بھاگے بھی تو کہاں جاسکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ خراب و خستہ اور پریشان ہو۔ اور ہندوستانی تمدن کے مطابق اپنے مرحوم والدین کے لئے ذلت و رسوائی کا موجب بنے۔ اور پھر یہ بھی دیکھنا ہے۔ کہ شریف خاندانوں کی لڑکیاں کیا ایسی جرأت بھی کر سکتی ہیں۔ یا نہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ بلوغت کے بعد بھی اس کی شادی نابالغوں کی طرح ہوگی۔ اور اس کے نفس پرست رشتہ دار اس کی رضامندی کو کوئی وقعت نہیں دینگے۔ اور اس طرح اس کے لئے مصائب کا دروازہ کھول دینگے۔ تو کیا ہرج ہے۔ اگر بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں خود باپ کا والد ہی اسے کسی موزوں جگہ بیاہ جائے۔

سید صاحب کا خیال ہے۔ کہ ولی کے ذریعہ نکاح کرنے کے جواز میں شریعت سے کوئی سند نہیں پیش کی جاسکتی۔ اور یوں بھی آپ کا خیال ہے۔ کہ:۔

"ولیوں کی نگرانی میں نابالغوں کے نکاح میں ایک اور خرابی یہ ہے۔ کہ والدین کے علاوہ اگر کوئی دوسرے ولی ہوں۔ تو وہ خود ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے نابالغ لڑکیوں کو ہلاکت و تباہی کے گڑھوں میں دھکیلنے میں تامل نہیں کرتے۔ بلکہ بیسیوں مثالیں ایسی ہیں۔ کہ خود والدین نے بارہ بارہ برس کی بچیاں ۶۰۔۶۰ برس کے بوڑھوں کے سپرد کردیں" صلے

اگر اس امر کا یقین ہوسکے۔ کہ چودہ برس کی عمر میں لڑکی اپنی شادی کے معاملہ میں پوری طرح آزاد ہوگی۔ تو بے شک بہتر ہے۔ کہ اسے بالغ ہونے تک نہ بیاہا جائے۔ لیکن جب ایک شخص کو صاف طور پر نظر آرہا ہو۔ کہ بلوغت کے بعد بھی اس کی رضامندی یا عدم رضامندی کا کوئی لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ اور اسے ذاتی اغراض کی بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔ اور پھر جب ولیوں کی معرفت شادی میں ایسے خطرات مسلم ہیں۔ اور زمانہ میں ایسی نظائر بھی ملتی ہیں۔ کہ خود والدین بھی اس قدر سنگدل ہوسکتے ہیں۔ کہ لڑکی کو اپنے ہاتھوں تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیں۔ تو بتایا جائے۔ ایک والد کے لئے یہ بہتر ہے۔ کہ وہ اپنی تیرہ برس کی لڑکی کو کسی شریف انسان کے پلے باندھ جائے۔ جہاں اسے آرام ملے۔ یا اسے دوسروں کے حوالہ کر جائے۔ کہ ایک برس کے بعد اسے جس کنوئیں میں چاہیں پھینک دیں۔

حیرت تو یہ ہے۔ کہ جو شخص والدین کی ولایت میں بھی لڑکی کا نکاح ناجائز سمجھتا ہے۔ اسے اس میں کیوں تامل نہیں۔ کہ ایک بے دست و پا یتیم لڑکی ظالم اغیار کے پنجہ میں دیدی جائے ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندو اور مسلم افسران کی ہر دلعزیزی

آنریبل ملک فیروز خاں نون وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ ۵ر نومبر کو منٹگمری تشریف لے گئے۔ آپ کی خدمت میں مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں کے وفود بھی پیش ہوئے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے آپ کے استقبال اور احترام میں مسلمانوں کے دوش بدوش کام کیا۔ اور آپ کی عزت افزائی میں مسلمانان منٹگمری سے پوری طرح تعاون کیا۔ حتیٰ کہ دوپہر کا کھانا لالہ رام رکھا مل بھنڈاری اور رات کا کھانا ٹھیکہ ہربنس بیدی کے ہاں تھا۔ اس سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ملک صاحب موصوف ہندوؤں اور سکھوں میں بھی اسی طرح ہر دلعزیز ہیں۔ جس طرح مسلمانوں میں۔ اور غیر مسلموں کو آپ سے کوئی ایسی شکایت نہیں۔ جو ان کے دلوں میں آپ کی توقیر کم کرنے کا باعث ہو سکے۔ اس سے ایک روز قبل یعنی ۴ر نومبر کو لالہ منوہر لال صاحب وزیر تعلیم لائل پور گئے۔ لیکن مسلمانان لائل پور نے فیصلہ کیا۔ کہ چونکہ لالہ صاحب کا طریق کار مسلمانوں کے جائز حقوق کی پامالی اور بے انصافی پر مبنی ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان ان کی آمد کے متعلق تجویز کردہ پروگرام سے تعاون نہ کرے۔ چنانچہ آپ کے اعزاز میں جو کچھ بھی وہاں ہؤا۔ اس میں کوئی مسلمان شامل نہیں ہؤا۔

کیا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اگر منٹگمری کے غیر مسلموں کے دل لائل پور کے مسلمانوں کی طرح ملک فیروز خاں کی روش سے مجروح ہوتے۔ تو کوئی چیز انہیں بجبر آپ کی عزت افزائی کے لئے مجبور کر سکتی تھی۔ یا اگر مسلمانان لائل پور کے دل لالہ منوہر لال کی طرف سے مطمئن ہوتے تو کوئی چیز انہیں منٹگمری کے غیر مسلموں کے تتبع سے روک سکتی تھی۔ یہ طرز عمل مسلم افسروں کی بے تعصبی اور ہندو افسروں کی فرقہ پرستی کا ایک ادنیٰ سا ثبوت ہے۔

ایک نیا قانون

حکومت ہند کی طرف سے کونسل آف اسٹیٹ اور اسمبلی میں پیش ہونے کے بعد ایک بل سرکاری گزٹ میں رائے عامہ سے استصواب کے لئے شائع ہؤا ہے۔ کہ اگر کسی مقدمہ کی سماعت کے دوران میں کسی مجسٹریٹ کا اس بارہ میں اطمینان ہو جائے۔ کہ کوئی ملزم گرفتاری کے بعد اپنے کسی فعل کی وجہ سے حاضری عدالت کے قابل نہیں رہا۔ تو مجسٹریٹ مسل پر اپنے اطمینان کے وجوہات قلمبند کر کے ملزم کے وکیل کی موجودگی یا عدم موجودگی میں سماعت یا تحقیقات مقدمہ کو جاری رکھ سکتا ہے۔ اور کوئی بالا عدالت ایسی کارروائی کو جائز قرار نہ دے سکے گی۔

بھگت سنگھ اور دت اور ایسے ہی دیگر سیاسی قیدیوں کی ہنگر سٹرائک سے پیدا شدہ صورت حالات کی وجہ سے حکومت کو ایسا قانون وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ ورنہ اس کا یہ مقصد کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ کہ کسی جائز ضرورت یا مجبوری کی وجہ سے بھی کسی فریق مقدمہ کو کسی حالت میں کسی قسم کے نقصان یا حق تلفی کا اندیشہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس میں ناانصافی کا کوئی پہلو ہے۔ جو لوگ ملک کے اندر شورش اور بے چینی پیدا کرتے اور پھر ہر طرح طرح کے حیلے بہانوں سے عدالتی کارروائی سے بھی حتی الامکان بچنا چاہتے اور تعزیر جرم سے جس قدر عرصہ تک ہو سکے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنی کوششوں میں ناکام رکھنے کے لئے یہ بل وضع کیا گیا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ جسے مدنظر رکھتے ہوئے۔ اس کی مخالفت کو جائز قرار دیا جا سکے۔ اور چونکہ اس سے ملک میں امن کے لئے کچھ نہ کچھ مدد مل سکیگی۔ اور برخلاف اس کے نقصان کوئی نہیں۔ اس لئے پبلک کو اس کی حمایت میں کسی قسم کا تامل نہ ہونا چاہیئے:۔

چشمہ ہدایت خدا کی ہستی کا ثبوت تناسخ کا رد۔ روح و مادہ کی ازلیت کی تردید آریہ سماج کے مقابلہ میں جو معلوم کرنا چاہیں۔ اس لاجواب کتاب کو ملاحظہ فرمائیں۔ مدلل۔ معقول۔ عام فہم دلائل کا مجموعہ یہ کتاب ہے ۴ر کے ٹکٹ ڈاک بھیجکر ایک نسخہ دفتر فاروق سے طلب کریں۔
(مینیجر فاروق قادیان)

بابی مشن

بہائیت کی حقیقت

اور

کوکب ہند کی جہالت

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے فرمایا تھا۔ بہائی اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں۔ اس پر بہائی ایڈیٹر لکھتا ہے:۔

"اہل بہاء نے خدائی روشنی کو نہ کبھی چھپایا نہ چھپاتے ہیں۔ اور نہ ہرگز چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر لازم یہ ہے۔ کہ آپ پہلے اپنے آشوب چشم کو دور کریں۔ وہ شخص جو آشوب چشم میں مبتلا ہو۔ اس کے سامنے روشنی کا نہ لانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ وہ روشنی سے سوائے چکاچوند اور اضطراب کے اور کوئی ثمرہ حاصل نہ کر سکیگا:۔"

احمدی:۔ گویا مطلب یہ ہے۔ کہ بہائی جو اپنی کتابیں چھپاتے ہیں۔ اور اپنے عقائد کا عام طور پر اظہار نہیں کرتے۔ تو صرف اس لئے کہ دوسرے لوگ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ سبحان تیری قدرت:۔

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
کیسا پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ کہ ایسی تعلیم ہی کیوں نازل کی جو کہ چکاچوند پیدا کرنے والی تھی۔ پہلے وہ تعلیم نازل کرنی چاہیئے تھی۔ جو لوگوں کے آشوب چشم کو دور کرتی اور لوگوں کی استعداد اور "کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم" کے مطابق تعلیم نازل ہونی چاہیئے تھی +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا یہ اسی قسم کا بہانہ نہیں۔ جو انگریزی حکومت۔ ہندوستان کے مطالبہ ہوم رول پر کر رہی ہے کہ ابھی تم ہندوستانی لوگ۔ آشوب چشم میں مبتلا ہو۔ حکومت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اگر تمہارے سامنے سورج کی روشنی لائی گئی۔ تو تم چکا چوند اور اضطراب میں بڑھ جاؤ گے۔ اور آپس میں کٹ مرو گے۔ لہذا پہلے تم اپنے آشوب چشم کو دُور کرو۔ تاکہ سورج کی روشنی صحیح طور پر دیکھ سکو۔ مطلب صاف ہے۔ کہ نہ ہندو مسلمانوں کا اختلاف دُور ہوگا۔ اور نہ حکومت ملیگی۔

بوسہ طلب کیا تو انگوٹھا دکھا دیا
اتنے بڑے سوال کا یہ مختصر جواب

جب ۳۳ کروڑ ہندوستانی۔ انگریزوں کے اس عذر کو نامعقولیت پر سمجھتے ہیں۔ تو تمہارا یہ بہانہ کون عقلمند تسلیم کر سکتا ہے۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ

ناچ نہ جانوں۔ آنگن ٹیڑھا

نہ آشوب چشم لوگوں کا دُور ہوگا۔ اور نہ بہائی اپنی کتب اور تعلیم قیامت تک ظاہر کرینگے۔ یعنی نہ من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچیں گی۔

حضرت صاحب نے فرمایا تھا۔ بے شک اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے۔ اس جیسا خدا ہونے کا بہاء اللہ نے دعویٰ نہیں کیا۔ مگر عیسائیت والا خدا ہونے کا دعویٰ ضرور کیا ہے۔ اس پر کوکب ہند کا ایڈیٹر لکھتا ہے:۔

"صاف واضح ہوگیا۔ کہ آپ جو نبوت سے اوپر خدا کو ہی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ آپ کے مانے ہوئے خدا کے مقام کا دعویٰ حضرت بہاء اللہ نے نہیں کیا۔ بلکہ ایک اور درجہ ہے جو نبوت سے بالا ہے جسے آپ عیسائیت والا خدا کہتے ہیں۔ جو کہ آپ کے خیال میں اسلام کے پیش کردہ خدا کے مقام پر نہیں۔ پھر ایسی صورت میں آپ کا بہائیوں پر حضرت بہاء اللہ کو خدا ماننے کا الزام کس قدر نازیبا ہے"

احمدی:۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ عیسائی لوگ۔ کھانے پینے جاگنے اور دکھ اٹھانے کو الوہیت کے منافی نہیں سمجھتے۔ اور اسی رنگ کا خدا۔ اہل بہاء۔ بہاء اللہ کو مانتے ہیں۔ بہائیوں کے نزدیک بھی مندرجہ بالا امور الوہیت کے منافی نہیں۔ مسلمان اور مذہب اسلام ان باتوں کو خدائی کے منافی سمجھتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔ ورنہ خدا ماننے میں عیسائی اور بہائی برابر ہیں۔ جیسا کہ تم نے خود اسی مضمون میں تسلیم کیا ہے۔ کہ:۔

"عیسائیت والا خدا۔ اور اسلامی خدا۔ دو۔ دو خدا نہیں ہیں۔ خدا صرف ایک ہی خدا ہے"

پس جب عیسائیت والا خدا۔ اور اسلام کا پیش کردہ خدا بقول تمہارے دو۔ دو نہیں ہیں۔ ایک ہی ہے۔ تو پھر ایسی صورت میں بہائیوں پر۔ بہاء اللہ کو خدا ماننے کا الزام نازیبا کیوں ہوا؟

باقی رہا۔ یہ کہ بہائیوں پر یہ محض الزام ہے کہ وہ بہاء اللہ کو خدا مانتے ہیں۔ سو اس کے لئے اس جگہ ہم صرف ایک حوالہ پیش کئے دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"بالوہیت حق لایزال بے مثال جمال قدم مذعن ومطمئن گشتیم" بہجۃ الصدور صفحہ ۳۶۷۔

ایک بلند پایہ بہائی مرزا حیدر علی اصفہانی تمام بہائی جماعت کا عقیدہ بیان کرتا ہے۔ کہ ہم لوگ۔ زندہ۔ لازوال اور بے مثال بہاء اللہ کی الوہیت اور خدائی پر یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کے خدا ہونے پر مطمئن ہیں۔ کیا اس کا تمہارے پاس کوئی جواب ہے؟

بہائی:۔ "نفس وجود انسان۔ آیت الٰہی ہے۔ انسان۔ روح مع جسم ایک ہی انسان ہوتا ہے۔ یہ روح وجسم کی کامل یگانگت ہے۔ مگر روح۔ روح ہے۔ اور جسم۔ جسم ہی ہے باوجود ایک ہستی ہونے کے روح۔ جسم نہیں بنجاتی اور جسم روح نہیں ہو جاتا۔ اس حقیقت کو خوب غور سے بار بار دیکھنا چاہیئے۔ یہ خدائی نشان ہے۔ جس کو سمجھ کر ظہور الٰہی کو ہم یہ بتلائیے۔ کہ ہیکل مظہر میں انسان خدا نہیں بن جاتا نہ خدا۔ انسان ہو جاتا ہے۔ انسان۔ انسان رہتا ہے۔ اور خدا۔ خدا۔ لہذا نتیجہ صاف ہے۔ کہ خدا جلوہ گر ہے۔ اور انسان یعنی ہیکل بہاء اللہ اس کا جلوہ گاہ ہے"

(کوکب ہند جلد ہفتم نمبر نہم)

احمدی:۔ کس صفائی سے کیا وصل کا تو نے اقرار
اس محل پر تو زباں میں تری لکنت اچھی

اس سے بڑھ کر۔ بہاء اللہ کی الوہیت کا اور کیا اقرار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹھیک ہے۔ کہ "انسان روح مع جسم کے ایک ہی انسان ہوتا ہے" لیکن اس حقیقت کبریٰ کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ روح جسم کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ اسی طرح جسم۔ بغیر روح کے مُردہ۔ اور محض گوشت کا ایک بے جان لوتھڑا ہے۔ پس اگر خدا۔ روح ہے۔ اور بہاء اللہ اس کے لئے بمنزلہ جسم ہے۔ تو جس طرح "انسان روح مع جسم ایک ہی انسان ہوتا ہے" اسی طرح اس مرکب کا نام خدا ہوگا۔ جو بہاء اللہ اور روح یعنی خدا سے مجموعہ ہے۔ لہذا نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ خدا بغیر بہاء اللہ کے کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ روح اور جسم کی نسبت سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح روح۔ اپنے افعال اور حرکات میں جسم کی محتاج ہے اسی طرح خدا (جو بمنزلہ روح ہے) بہاء اللہ کا محتاج ہے۔ تو محتاج الیہ خدا ہوا۔ نہ کہ وہ جو محتاج ہے۔ کیونکہ خدا احتیاج سے بالا ہے۔ پس جو محتاج الیہ ہوگا وہی خدا ہوگا۔ لہذا تمہاری اس تشریح کے مطابق بہاء اللہ ہی خدا ہوا۔ (باقی)

(حافظ سلیم احمد اٹاوی)

تنقید صحیح مذہب بابی اور بہائی کے رد میں بے لاجواب کتاب سلسلہ کے نونہال مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل مبلغ حیفا فلسطین نے تصنیف فرمائی ہے۔ جو دوست بابی اور احمدی دلائل متعلق نزول مسیح و مہدی دیکھنے کے مشتاق ہوں۔ وہ اس کتاب کا ملاحظہ کریں۔ ایک نسخہ کے لیے ۸/ کے ٹکٹ بھیجکر دفتر فاروق سے منگالیں۔ (مینیجر فاروق قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عیسائی مشن

مسٹر اکبر مسیح اور ابن اللہ

(۲)

(از مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل قادیان)

گذشتہ سے پیوستہ

پہلی دلیل

ابنیت مسیح کی تائید میں سب سے پہلی دلیل پادری اکبر مسیح صاحب کی طرف سے ان الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔ کہ:-

"یہ تعریف (ابن اللہ کی) جو اوپر بیان ہوئی ہے اپنے کمال میں صرف خداوند مسیح کی معصوم ذات پر صادق آتی ہے۔ اس لئے بالتخصیص وہی اس شرف کے مستحق ہیں۔ کہ ابن اللہ کہلائیں۔ کیونکہ مطلق گناہ سے پاک وہی ہیں" ص۳

اس دلیل میں حضرت مسیح کی معصوم اور بے عیب ذات کو آپ کی ابنیت اور الوہیت کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور چونکہ یہی ایک زبردست پہلو ہے جس پر عیسائیوں کو بہت کچھ ناز ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس کی تردید میں قدرے تفصیل سے کام لینا چاہتا ہوں۔

عیسائیوں کا عقیدہ

عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام بنی نوع انسان جو آدم و حوّا علیہم السلام سے پیدا ہوئے ہیں۔ بوجہ آدم و حوّا کے گناہ کے وراثتہً گنہگار ہیں۔ کیونکہ آدم نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھایا تھا۔ اور حوّا نے اسے کھانے کی تحریص دلائی تھی۔ اس لئے ان کی تمام ذریت گناہوں میں ہمیشہ کے لئے ملوث ہوگئی۔ مگر مسیح چونکہ بن باپ تھا اور وہ آدم کی نسل سے نہیں تھا۔ اس لئے وہ گناہوں سے محفوظ رہا۔ اور وہ ذات باری کی طرح معصوم عن الخطاء ہوا۔ ہٰذا اگر کوئی بے عیب اور معصوم دنیا میں ہوا ہے۔ تو وہ صرف حضرت مسیح کی ذات خاص ہے۔ اور گناہوں سے پاک ہونا چونکہ انسان کا خاصہ نہیں کیونکہ وہ وراثتہً گنہگار ہے۔ اور مسیح بوجہ بن باپ ہونے کے اُس خراب اثر سے محفوظ رہا۔ اس لئے وہ بوجہ اپنی بے عیب اور معصوم ذات کے حقیقی طور پر ابن اللہ کہلایا اور یہی وہ زبردست دلیل ہے۔ جو کہ اوپر کی سطور میں پادری اکبر مسیح صاحب نے پیش کی۔ اور یہی وہ پہلو ہے جس کو عیسائی دوست الوہیت مسیح کی تائید میں بڑے زور سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ تمام انبیاء اور تمام اولیاء و صلحاء نعوذ باللہ گنہگار تھے۔ کیونکہ وہ وراثتہً گنہگار ہوئے۔ ہاں اگر کوئی معصوم عن الخطا تھا۔ تو وہ صرف مسیح ہی ہیں۔ اس لئے حقیقی طور پر صرف آپ ہی ابن اللہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ نہ کہ کوئی اور بھی۔ اس دلیل کی تردید میں میں تین امور تفصیل اور ترتیب پیش کرنا چاہتا ہوں ÷

امر اوّل

سب سے پہلا امر یہ ہے۔ کہ عیسائیوں کا ایسا کہنا۔ کہ تمام بنی آدم بوجہ آدم و حوّا کے گناہ کے وراثتہً گنہگار ہیں۔ ذیل کی وجوہات کے ماتحت بکلّی طور پر باطل اور صریحاً غلط اور بالکل بے بنیاد ہے ÷

پہلی وجہ یہ کہ ایسا کہنا بائبل کی تعلیم اور اس کے سراسر خلاف ہے۔ وہاں تو لکھا ہے:-

"اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں۔ نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا" استثناء ۲۴/۱۶

پھر یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ گناہ تو ہمارے آباؤ اجداد کریں۔ اور اُس کی ابدی سزا آکر ہمارے سروں پر پڑے۔ بلکہ سچی بات یہی ہے۔ کہ "ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا"

پھر لکھا ہے:-

"خداوند نے فرمایا ہے۔ کہ بیٹوں کے بدلے باپ دادے قتل نہ ہونگے۔ اور نہ باپ دادوں کے بدلے بیٹے قتل ہونگے۔ بلکہ ہر ایک آدمی اپنے گناہ کے لئے مارا جاتا ہے"

۲ تواریخ ۲۵/۴

یہ خدا کا فرمودہ اصل ہے جسے بائبل بیان کرتی ہے۔ اس کے خلاف اگر عیسائی یہ کہتے ہیں۔ کہ آدم کے گناہ سے ہم گنہگار ہوگئے۔ تو ایسا کہنا اس خدائی اصل کے صریح خلاف ہے ÷

پھر یرمیاہ میں تو بالکل صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ:-

"ہر ایک اپنی بدکاری کے سبب مریگا۔ ہر ایک جو کچّے انگور کھاتا۔ اُس کے دانت کھٹے ہوں گے"

۳۱/۳۰

اسی طرح حزقی ایل میں لکھا ہے:-

"وہ جان جو گناہ کرتی ہے۔ سو ہی مریگی۔ بیٹا باپ کی بدکاری کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور نہ باپ بیٹے کی بدکاری کا بوجھ اٹھائے گا۔ صادق کی صداقت اسی پر ہوگی۔ اور شریر کی شرارت اسی پر پڑے گی" ۱۸/۲۰

اب ان واضح اور صریح آیات کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک سمجھدار انسان اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے۔ کہ آدم اور حوّا کے گناہ سے تمام انسانوں کا وراثتہً گنہگار ہو جانا بائبل کی ان آیات سے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ ان آیات سے یہ صاف طور پر مترشح ہوتا ہے۔ کہ باپ کے گناہ کا اثر نہ تو بیٹے پر پڑ سکتا ہے۔ اور نہ ہی بیٹے کی بدکاری کا اثر باپ پر ہو سکتا ہے۔ بلکہ شریر پر اس کی شرارت کا وبال پڑے گا۔ اور صادق اپنی صداقت سے خوشحال ہوگا۔ پس عیسائیوں کا حضرت مسیح کی ابنیت ثابت کرنے کے لئے ان کو بے عیب اور معصوم قرار دیکر یہ بنیادی پتھر رکھنا۔ کہ تمام بنی آدم سوائے مسیح کے بوجہ آدم و حوّا کے گناہ کے وراثتہً گنہگار ہیں سرے سے ہی غلط اور بے بنیاد ٹھہرا۔ اور اس عقیدہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے عہد قدیم کی صراحتہً مخالفت لازم آتی ہے۔ پس پہلی بات جس کی وجہ سے ایسا کہنا بالکل غلط ٹھہرا۔ یہ ہوئی۔ کہ بائیبل کی صریح آیات عیسائیوں کے اُس عقیدہ کی مخالف ہیں۔ اور ہم بائیبل کو ترجیح دینگے۔ نہ کہ عیسائیوں کے اس قول کو ؎

دوسری وجہ یہ کہ آدم کے گناہ سے اُس کی نسل کو گنہگار کر دینا۔ اللہ تعالےٰ کے عدل وانصاف کے بھی بالکل مخالف ہے۔ کیا عیسائیوں کے خدا "باپ" کا یہی کچھ عدل ہے۔ کہ گناہ تو باپ کرے۔ اور گنہگار اس کے بیٹے کو سمجھا جائے۔ ایسا غیر منصفانہ رویہ تو کوئی انسان بھی اختیار نہیں کر سکتا۔ کجا یہ کہ اسے خدائے ذوالجلال کی طرف منسوب کیا جائے۔

تیسری وجہ یہ کہ آدم کے گناہ سے اس کی تمام نسل کا گنہگار ہو جانا ہمارے روزانہ مشاہدہ کے بھی صریح خلاف ہے۔ کیونکہ ہم ہمیشہ دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ بہت سے بُرے اور بدکار انسان ہوتے ہیں۔ مگر ان کی اولادیں نیک اور پاکیزہ ہو جاتی ہیں۔ تو اگر یہی اصل صحیح ہوتا۔ کہ باپ کے گناہ کا اثر بیٹے میں ضرور جاتا ہے تو چاہیئے کہ ہر شرابی کی اولاد بھی بالضرور شرابی ہو۔ حالانکہ یہ بات بدیہی البطلان ہے۔ پس یہ عقیدہ کہ آدم و حوّا کا گناہ تمام انسانوں میں وراثتہً چلا۔ اور وہ سب کے سب گنہگار ہو گئے۔ بالکل بے بنیاد عقیدہ ہے۔ جسے بائیبل کی تعلیم اور خدا کی عادلانہ صفات ہمارے روز مرّہ کا مشاہدہ جھٹلا دیتا اور باطل کرتا ہے اور جب یہ عقیدہ خود غلط ہو گیا۔ تو اس پر عیسائیوں نے جو یہ بنیاد کھڑی کی تھی۔ کہ صرف مسیح ہی بوجہ بن باپ ہونے کے آدم کے گناہ کے اثر سے محفوظ رہا۔ بالکل باطل ہو گئی۔ بلکہ آدم کی اولاد میں ہی صلحاء اور نیک طینت اور بزرگ اور خدا رسیدہ انسان ہو سکتے ہیں۔ اور مسیح کی خصوصیت بن باپ ہونے کی وجہ سے معصوم ہونے والی بالکل جاتی رہی ؎

امر ثانی

اب ایک دوسرا امر ہمارے سامنے یہ ہے۔ کہ آیا بائیبل کی رُو سے مسیحیوں کا یہ دعویٰ کرنا۔ کہ صرف حضرت مسیح ہی بے گناہ اور معصوم ہیں۔ صحیح ثابت ہوتا ہے۔ یا کہ غلط اور بے اصل ؎

حضرت مسیح کی گنہگاری

سو یہ جان لینا چاہیئے۔ کہ بائیبل حضرت مسیح کو بالکل عام انسانوں کی طرح گنہگار ٹھہراتی ہے۔ اور ہمیں حیرت آتی ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ بائیبل حضرت مسیح کو یقینی طور پر گنہگار بتلاتی ہے۔ پھر بھی عیسائی انہیں معصوم اور بے عیب کہتے پھرتے ہیں۔ اور وہ نہیں جانتے۔ کہ اُن کا مسیح اناجیل اربعہ سے ہرگز معصوم عن الخطاء ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کئی طور پر وہ گناہوں میں ملوّث نظر آتا ہے ؎

پہلا ثبوت چنانچہ سب سے پہلے اس امر کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ کہ آدم اور حوّا نے گناہ کیا تھا۔ اور وہ گناہ اس کی نسل میں وراثتہً چل پڑا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زیادہ گناہ مرد کا تھا۔ یا کہ عورت کا۔ پیدائیش ۳ پ۶ میں لکھا ہے۔

"اور عورت نے جوں دیکھا۔ کہ وہ درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اور عقل بخشنے میں خوب ہے۔ تو اُس کے پھل میں سے لیا۔ اور کھایا۔ اور اپنے خصم کو بھی دیا۔ اور اُس نے کھایا"

اب اس حوالہ سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حوّا نے سب سے پہلے گناہ کیا تھا۔ اور اُسی نے شجرہ ممنوعہ کا پہلے پھل کھایا۔ اور حوّا کے کہنے پر ہی آدم نے اُس سے لے کر پھل کھایا۔ پس اب جبکہ حوّا ہی گناہ کی اصل محرک ٹھہری تو یقیناً حوّا ہی زیادہ گنہگار ہوئی۔ نہ کہ آدم۔ اور اگرچہ آدم بھی گنہگار ہوا۔ مگر اس کا گناہ حوّا سے کم تھا۔ نہ کہ زیادہ۔ اسی کی تائید ایک اور حوالہ سے بھی ہوتی ہے۔ پولوس لکھتا ہے ؎

"پہلے آدم بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد حوّا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا۔ بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی" ۱۔ تمطاؤس ۲ پ۱۴

اب ان ہر دو حوالجات سے یہ یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ زیادہ گنہگار عورت تھی۔ نہ کہ مرد۔ اب اگر کچھ عرصہ کے لئے یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ مسیح بوجہ بن باپ ہونے کے آدم کے گناہ سے محفوظ رہا۔ اور وہ معصوم عن الخطا ہوا۔ تب بھی اس امر سے تو کوئی مسیحی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ابن مریم تو ضرور تھا۔ پس از روئے بائیبل "ابن البنت" ہونے کے لحاظ سے بھی کوئی مسیحی اُس کے گنہگار ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حوّا کا گناہ بھی وراثتہً حضرت مریم تک ضرور ماننا پڑے گا۔ اور اس لحاظ سے حضرت مسیح بھی بے گناہ اور معصوم ہرگز نہیں ٹھہر سکتے۔ بلکہ یقینی طور پر وہ گنہگار ثابت ہوتے ہیں۔

پھر ایک اور بات قابل غور یہ ہے۔ کہ وہ شخص جو مرد اور عورت دونوں سے پیدا ہو۔ وہ تو نصف حصہ مرد کے گناہ کا۔ اور نصف حصہ عورت کے گناہ کا لے کر پیدا ہو گا۔ مگر وہ جو کہ صرف عورت ہی کے بطن سے پیدا ہو۔ وہ ضرور اُن سے زیادہ گنہگار ہو گا۔ کیونکہ اس میں خالص حوّا کا ہی اثر آئیگا اور حوّا چونکہ گناہ میں آدم سے زیادہ تھی۔ اس لئے وہ اور آدمیوں کی نسبت سے گناہ گار بھی زیادہ ہو گا پس زیادہ قصوروار چونکہ عورت تھی۔ اور صرف عورت یعنی مریم کے پیٹ سے ہی حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ جن تک حوّا کے گناہ کا اثر پہنچنا یقینی بات ہے۔ تو پھر یہ بھی یقینی امر ہے۔ کہ وہ اور انسانوں کی نسبت سے گنہگار بھی زیادہ ہوئے۔ کیونکہ خالص حوّا کا اثر انہوں نے قبول کیا۔ جو زیادہ گنہگار تھی۔ اور صرف عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور مقدس کتب میں صاف لکھا ہے ؎

"انسان کون ہے۔ کہ پاک ہو سکے۔ اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے۔ کہ صادق ٹھہرے" ایوب ۱۵ پ۱۴

پھر لکھا ہے:-

"خدا کے حضور انسان کیونکر صادق سمجھا جائے اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکر پاک ٹھہرے" ایوب ۲۵/۵

الغرض حضرت مسیح اس لحاظ سے یقینی طور پر گنہگار ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ وہ صرف عورت کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جس تک حوّا کے گناہ کا اثر پہنچا۔ اور حوّا چونکہ گناہوں میں بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے عورت نے مرد کی نسبت زیادہ گناہ جذب کیا۔ اور جب مسیح صرف عورت سے پیدا ہوئے۔ تو وہ گنہگار بھی زیادہ ٹھہرے۔ مگر دوسرے تمام انسان گناہوں میں بہت کم ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے آدھا آدھا حصّہ لیا تھا۔ نہ کہ پورا۔ غرض یہ پہلی بات ہے۔ جس سے حضرت مسیح گنہگار ٹھہرتے ہیں۔ اور جس سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائیوں کا آپ کو معصوم اور بے عیب کہنا ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔

دوسرا ثبوت

پھر تعجب یہ کہ عیسائی تو حضرت مسیح کو معصوم اور بے عیب کہہ رہے ہیں۔ مگر خود حضرت مسیح کا ایک قطعی مقولہ عصمت کے منافی ہے۔ اور ہم اگرچہ اسلام کے حکم سے مسیح کے پاکباز ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ ایک شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور اپنے گھٹنے ٹیک کر نہایت ادب سے کہنے لگا کہ:-

"اے نیک استاد میں کیا کروں۔ تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوں"

اس پر حضرت مسیح جھٹ چونک اٹھتے ہیں۔ اور پہلی بات ہی اس سے کہتے ہیں۔ کہ:-

"تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ کوئی نیک نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا" مرقس ۱۰/۱۸

اب دیکھو کہ حضرت مسیح تو اپنے لئے صرف "نیک" کا خطاب بھی پسند نہیں کرتے۔ مگر عیسائی آپ کو معصوم اور بے عیب ثابت کرنے کے لئے اپنے گلے پھاڑ رہے ہیں۔ کیا یہ وہی بات تو نہیں۔ کہ مدعی سست اور گواہ چست؟

(باقی دارد)

پیغامی مشن

خلافت محمود اور مصلح موعود

ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ جب خدا کا ایک عظیم الشان نبی اہل دنیا کی اصلاح کے لئے قادیان کی مبارک سرزمین میں مبعوث ہوا۔ اور اس نے اپنے انفاس قدسیہ اور طہارت باطنیہ کے زور سے ظلمت و تاریکی کے پردوں کو چاک کر دیا۔ وہ دنیا میں آیا۔ اور اس نے اپنے حکمت بھرے کلام اور روح القدس سے مؤید نطق کے ساتھ اہل عالم کے قلوب کو مسخر کر لیا۔ اور اگرچہ وہ اکیلا کھڑا ہوا۔ اور دنیا نے اسے ہلاک کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور بھی لگایا۔ مگر جب خدا کی لقاء کا پیغام الرحیل ثم الرحیل کی ندا میں اس کے پاس پہنچا۔ تو لاکھوں جاں نثار غلام اس پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہوئے اس کے دامن سے وابستہ تھے اور ان میں سے ہر ایک اس کی المناک جدائی پر زبان حال سے یہ کہہ رہا تھا۔ ؎

کنت السواد لناظری فعمی علی الناظر
من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

یہ خدا کا برگزیدہ اور پیارا انسان جب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گیا۔ اور اپنے فدائیوں اور جاں نثاروں کی ایک کثیر التعداد جماعت کو بے یار و غمگسار چھوڑ گیا۔ تو خدا اپنے تازہ نشانات قدرت کے ساتھ ایک بار پھر اہل عالم پر ظاہر ہوا۔ اور اس نے دشمنوں کی خوشیوں کو بکلی پامال کرنے کے لئے اپنے گرتی ہوئی جماعت کو نور الدین اعظمؓ کے ذریعے سنبھال لیا۔ کیونکہ خدا نے اپنے پاک نبی کو الہاماً فرمایا تھا ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

نبی وقت حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء نے اپنی برگزیدہ جماعت خدا کے سپرد کر دی تھی۔ خدا نے وہ جماعت اپنے خلیفہ برحق نور الدین اعظمؓ کے سپرد کر دی۔ تب ایک نیا دور شروع ہوا۔ اور زمانۂ نبوت کے بعد خدا نے دورِ خلافت اپنی جماعت میں جاری فرما دیا۔ اور اپنے نبی کی تمام جماعت کا اجماع مسئلہ خلافت پر کر دیا۔ نہ ایک سال بلکہ پورے چھ سال خدا نے تمام جماعت کو ایک واجب الاطاعت امام کے ماتحت رکھ کے جہاں غیروں کو دکھا دیا۔ کہ یہ میرا اپنا سلسلہ ہے۔ اور میں آپ اس کا محافظ و مددگار ہوں۔ وہاں اپنوں کو بھی سمجھا دیا۔ کہ جماعت کی ترقی محض خلافت سے وابستگی کے ساتھ ہے۔ نہ کہ علیحدہ ہو کر۔ اور دراصل وہی شاخ ثمرور ہو سکتی ہے۔ جو اپنی بیخ سے وابستہ ہو۔ نہ کہ وہ کٹی ہوئی شاخ جسے خواہ دریاؤں میں بھی پھینک دیا جائے۔ وہ تب بھی سرسبز نہ ہو۔ پس جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ خلافت پر ہوا۔ اور یہ بالکل غیر ممکن ہے۔ کہ ایک نبی کی تمام جماعت کا اجماع اتنی جلد نعوذ باللہ ضلالت پر ہو۔ پھر یہ عظیم الشان اجماع تھا۔ جس کی تائید میں اس وقت وہ لوگ بھی کھڑے تھے۔ جو آج مسئلہ خلافت کی تردید کرنے والوں کی صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ اور جو آج ان متفرق بھیڑوں کی مانند ہیں۔ جن کا کوئی والی نہ ہو۔

آخر وہ چھ سال گذر گئے۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی اپنے سب سے زیادہ پیارے آقا کے دربار میں پہنچ گئے۔ مگر جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوئیں۔ ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا ہوا۔ وہی فتنہ جس کی سرکوبی اپنے تمام زمانہ خلافت میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے رہے۔ اور جس کے متعلق ہمیشہ آپ اپنی تقریروں میں اور اپنی گفتگو میں۔ اور اپنی خلوت اور اپنی جلوت میں سخت زور دیتے رہے۔ یعنی ایک گروہ نے خوارج کی طرح مسئلہ خلافت کا انکار کر دیا۔ اور اپنے آپ کو مطلق العنان سمجھ کر خلیفۂ وقت کی اطاعت سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مستغنی قرار دیا۔ تب خدا نے دوبارہ اپنے برگزیدہ محمود کے ذریعے اس خطرناک ابتلا سے جماعت کو محفوظ رکھا۔ اور اس کے کثیر حصہ کو دامنِ خلافت سے وابستہ کرکے دنیا پر ایک مرتبہ پھر ظاہر کیا۔ کہ یہ میرا اپنا سلسلہ ہے۔ اور میں آپ اس کا محافظ و مددگار ہوں کسی ایم۔ اے یا بی۔ اے کی وجہ سے یہ سلسلہ نہیں چل رہا۔ بلکہ محض خدا کا ہاتھ ہے۔ جو اسے ترقیات دے رہا ہے۔

اس پر وہ منکران خلافت اپنی شامت اعمال کے نتیجہ میں خدا کے رسول کا تخت گاہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر لاہور جا پہنچے۔ اور وہاں سے اہلِ بیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مہاجرین قادیان پر سب و شتم کی بوچھاڑ ڈالنی شروع کی۔ اور وہ بھلا کس لئے ایسی گالیوں پر نہ اتر آتے۔ جبکہ کوئی معقول دلیل اُن کے پاس موجود نہیں تھی۔ انہوں نے ہر طرح کوشش کی۔ کہ کسی طرح دنیائے اسلام کو قادیان سے متنفر کردیں، اور ان کے دلوں کو صرف اپنی طرف کھینچ لیں۔ مگر تا بکجا۔ حق اپنی تمام شوکتوں کے ساتھ ظہور پذیر ہؤا۔ اور باطل اپنی ساری نحوستوں کے ساتھ پوشیدہ گڑھوں میں غائب ہو گیا۔ وہ نبیوں کا چاند جب اپنی چمک پر آیا۔ تو ظلمتیں اس کے نور سے کافور ہو گئیں۔ اور آنکھیں اُسے دیکھکر خیرہ رہ گئیں۔ اُس نے اپنے عیسوی دم سے مُردوں کو زندہ کر دیا۔ اور مخالفوں کو ذلت و رسوائی کے تاریک گڑھوں میں اتار دیا۔ اور اپنی جماعت کا قدم ایسے بلند زمینار پر قائم کر دیا۔ جہاں مخالفوں کے مکائد کی کمند ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ اور

ع ہمارے کردیئے اونچے منارے
گڑھے میں تونے سب دشمن اتارے

کا جلوہ دکھا دیا۔ غرض ان منکرین خلافت پر آج تک متعدد طریق سے اتمام حجت کیا گیا۔ اور ہر رنگ میں انہیں "راہ راست" پر چلنے کو کہا گیا۔ اور اگرچہ اب اُن کے پاس کوئی بھی "بہانہ" خلافت محمود سے انکار کرنے کا نہیں رہا۔ مگر اس وقت میں ایک اور طریق سے خلافت ثانیہ کی صداقت ثابت کرنے کے لئے چند دلائل پیش کرتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر تعصب سے خالی ہوکر ان پر غور کیا جائے۔ تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صداقت پر یہ شواہد روز روشن سے بھی بڑھ کر گواہ ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادتیں

ایسا بالکل ممکن ہے۔ کہ کوئی جاہل اور بے دین شخص سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عظیم الشان مرتبہ کی ناقدری کرتے ہوئے آپ کے اقوال اور ارشادات کو پسِ پشت پھینک ڈالے۔ مگر اس امر سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ آپ کا مرتبہ ایسا اعلےٰ تھا۔ کہ غیر مبایعین کے امیرِ قوم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی نے بھی اس تحریر پر دستخط ثبت کر دیئے۔ کہ

"حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا"

(بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء)

اور خود انہوں نے ایک بار بلکہ دو دفعہ آپ کی بیعت بھی کی۔ پس ہم ایسے عظیم الشان انسان کے اقوال سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خلافت حقہ کے صداقت ثابت کردیں۔ تو ہمیں یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ اہل پیغام جو اب تک بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بزرگی اور ولائت کے قائل ہیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے سیدنا محمود کے قدموں پر آ گرینگے۔ کیونکہ اپنے پیر و مرشد کی بات کو بھی اگر نہ مانا جائے۔ تو پھر انسان نے دنیا میں اور کس کی بات ماننی ہے۔

واضح رہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی متعدد شہادات سے یہ بات یقینی طور پر ظاہر ہوجاتی ہے۔ کہ آپ کو کلی طور سے اس امر پر یقین تھا۔ کہ میرے بعد صرف محمود کا وجود ہی ایسا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی حقیقی راہنمائی کرسکتا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور کوئی دوسرا اس خلافت کا حقدار نہیں۔ چنانچہ ترتیب کے ساتھ اب میں ایسی شہادتیں پیش کرتا ہوں۔ اور احباب سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ ان پر غور کیا جائے۔

پہلی شہادت

سب سے پہلی شہادت اس امر پر یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے چودہ جنوری ۱۹۱۰ء کو خطبہ جمعہ پڑھاتے ہوئے آخر میں فرمایا۔

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں۔ کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش رُک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اُن کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ اُن کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو۔ کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے"

(خطبات نور حصہ دوم صـ ۳۴۵)

اب حضور کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔ اور وہ کونسی خاص مصلحت تھی۔ جس کے لئے حضور نے یہ الفاظ فرمائے۔ صرف اس کا یہی مقصد تھا۔ کہ حضور عقلمندوں کو اشارۃً بتلانا چاہتے تھے۔ کہ حضرت مرزا محمود احمد صاحب" اگرچہ اسی عمر کے قریب ہیں۔ مگر یاد رکھو۔ کہ جس طرح حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ چھوٹی عمر کے تھے۔ مگر وہ خلیفہ بنے۔ اسی طرح یہ بھی اگرچہ عمر میں چھوٹے ہیں۔ مگر خلیفہ بنینگے۔ اور دنیا کی راہنمائی فرمائینگے۔ اگر یہ مقصد حضور کا نہیں تھا۔ تو پھر ہمیں بتلایا جائے۔ کہ وہ کونسی ایسی بات تھی۔ کہ جس کے اظہار سے آپ باوجود کوشش کے رُک نہ سکے۔ اور جس کے بتلانے میں حضور نے کوئی خاص مصلحت رکھی تھی۔ پس جبکہ اور کوئی مطلب حضور کے ان الفاظ کا نہیں ہوسکتا۔ تو لازماً ان الفاظ کا ہمیں یہی مفہوم لینا پڑا۔ کہ آپ نے علی الاعلان لوگوں سے فرما دیا۔ کہ کسی کے چھوٹی عمر میں خلیفہ بن جانے سے اُس کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انکار نہ کر دینا - کیونکہ خدا خلیفہ بنانا چاہتا ہے - تو کسی کے انکار سے اس کی خلافت باطل نہیں ہو سکتی اور آپ نے اس میں اشارہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طرف سے فرمایا - جو کہ بالکل واضح ہے -

دوسری شہادت

دوسری شہادت اس امر پر یہ ہے - کہ سنہ ۱۹۱۰ء کے آخری مہینوں میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ جب گھوڑی پر سے گر گئے - اور آپؓ کو سخت چوٹیں آئیں - اور آپ کی حالت چند دن نازک ہو گئی - تو آپ نے ایک کاغذ لیا - اور اُس پر بطور وصیت کے صرف یہ الفاظ لکھے - "خلیفہ محمود" یہ کاغذ اگرچہ آپ کی صحتیابی پر بعد میں چاک کر دیا گیا - اور اس لئے اس کے نفسِ مضمون سے صرف تھوڑے اصحاب واقف ہیں - مگر نتیجہ جو کچھ نکلتا ہے - وہ ظاہر ہی ہے - اور اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے - کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ یقین کامل تھا - کہ میرے بعد صرف "محمود" ہی جماعت احمدیہ کی حقیقی راہنمائی کرنے کے قابل ہے - اور وہی بار خلافت اٹھانے کا اہل ہے پس اب جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عظیم الشان شخص "خلافت محمود" کو درست تسلیم کر رہا ہو - تو کسی دوسرے کا انکار کر دینا اگر یقینی غلطی اور خطرناک غلطی نہیں - تو اور کیا ہے؟

تیسری شہادت

تیسری شہادت اس پر یہ ہے - کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ - جب بھی کبھی بیمار ہوتے - تو اپنی جگہ امامتِ نماز اور خطبہ جمعہ کے واسطے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہی مقرر فرمایا کرتے - اور یہ اس لئے کہ تا لوگوں کو آپ کی وفات کے بعد ابتلاء نہ آئے - اور تا آپ اپنے عمل سے جماعت کو دکھلا سکیں - کہ میری غیر حاضری میں صرف یہی وجود تمہاری راہنمائی کرنے کے قابل ہے - پس اسی کی اقتداء اختیار کرنا - اور علاوہ ازیں آپ جس قدر عزت اور احترام اتنے عظیم الشان مرتبہ تک پہنچنے کے باوجود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا فرمایا کرتے تھے - اس سے بھی صاف صاف ظاہر ہوتا تھا - کہ آپ کو اپنی فراست مومنانہ اور کشف والہام سے محسوس و مشہود ہو رہا تھا - کہ آئندہ جماعت احمدیہ کی راہنمائی کرنے کے لئے یہی وجود اب طیار ہونے والا ہے -

چوتھی شہادت

چوتھی شہادت اس امر کے اثبات میں ہمارے پاس یہ ہے - کہ ۸ ر دسمبر ۱۹۱۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ بابرکت میں پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے حاضر ہو کر عرض کی - کہ آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشتہارات پڑھنے سے پتہ لگا ہے - کہ :- پسر موعود حضرت میاں صاحب ہی ہیں - اس پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا :-

"ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے - کیا تم نہیں دیکھتے - کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں - اور ان کا ادب کرتے ہیں"

جب انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی اعتقاد دیکھا - تو انہوں نے ضروری سمجھا - کہ اس کی تصدیق خود حضرت کے دستِ مبارک سے ہو جائے - تب حضور نے ان الفاظ میں اپنی تصدیق ثبت فرمائی - کہ :-

"یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں" نور الدین ۱۰ ر ستمبر ۱۳ء

مگر دوسرے روز شام کے بعد جبکہ حضور اپنے گھر میں چارپائی پر لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے تو بغیر کسی گفتگو اور تذکرہ کے آپ نے خود بخود پیر صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

"ابھی یہ مضمون شائع نہ کرنا - جب مخالفت ہو اس وقت شائع کرنا"

انہوں نے عرض کیا - کہ بہت بہتر -

اب اس شہادت کو دیکھو - اور پھر ذرا سوچو کہ کس طرح اس کے ایک ایک لفظ سے یہ ثابت ہو رہا ہے - کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے خاص علم کے ماتحت یہ نہایت صفائی سے جانتے تھے - کہ پسر موعود حضرت میاں صاحب ہی ہیں - اور پھر کس طرح خدا نے آپ کو یہ بھی بتلا دیا - کہ اس موعود کی دنیا میں سخت مخالفت ہوگی - اور اس مخالفت کے وقت آپ کی تصدیق کا شائع ہونا لوگوں کے لئے مفید ثابت ہوگا -

پس جب حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو "مصلح موعود" تسلیم فرما لیا - تو آپ کی خلافت کو بطریق اولیٰ مان لیا - کیونکہ مصلح موعود کے خلیفہ ہونے پر تو سب جماعت احمدیہ کا کامل اتفاق ہے -

غرض اس شہادت سے نہایت وضاحت سے پتہ چلتا ہے - کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "خلافتِ محمود" کی اپنی زبان اور اپنے قلم سے لوگوں کو ہر طرح خبر دی تھی - مگر افسوس کہ شپرہ چشم لوگوں نے پھر بھی اُس نور کی کوئی قدر نہ کی - بلکہ بجائے اس کے فیض سے مستفید ہونے کے الٹا اُسے کوسا اور ملامت کی - آہ افسوس اور صد افسوس -

پانچویں شہادت

پانچویں شہادت اس امر پر وہ واقعہ ہے - جو کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی کتاب "آئینہ صداقت" میں تحریر فرمایا ہے - حضور لکھتے ہیں :-

"جلسہ سالانہ کے چند ہی دن کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہو گئے - اور آپ کی علالت روز بروز بڑھنے لگی - مگر ان بیماری کے دنوں میں بھی آپؓ تعلیم کا کام کرتے رہے - مولوی محمد علی صاحب قرآن شریف کے بعض مقامات کے متعلق آپؓ سے سوال کرتے - اور آپؓ جواب لکھواتے - کچھ اور لوگوں کو بھی پڑھاتے - ایک دن اسی طرح پڑھا رہے تھے - مسند احمد کا سبق تھا - آپؓ نے پڑھاتے پڑھاتے فرمایا - مسند احمد حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے - بخاری کا درجہ رکھتی ہے - مگر افسوس ہے - کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں بعض غیر معتبر روایات امام احمد حنبل صاحب کے ایک شاگرد اور ان کے بیٹے کی طرف سے شامل ہو گئی ہیں۔ جو اس پایہ کی نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا۔ کہ اصل کتاب کو علیحدہ کر لیا جاتا مگر افسوس کہ یہ کام میرے وقت میں نہیں ہو سکا اب شائد میاں صاحب کے وقت میں ہو جاوے۔ اتنے میں مولوی سید سرور شاہ صاحب آ گئے۔ اور آپؓ نے اُن کے سامنے یہ بات پھر دہرائی۔ اور کہا۔ کہ ہمارے وقت میں تو یہ کام نہیں ہو سکا آپ میاں کے وقت میں اس کام کو پورا کریں۔ یہ بات وفات سے دو ماہ پہلے فرمائی" صفحہ ۱۷

اس شہادت سے بھی واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہی یقین تھا۔ کہ آپ کے بعد خلفاء کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس مقام پر اللہ تعالےٰ حضرت محمود کو کھڑا کریگا۔ پس جب کہ آپؓ کی وفات ہو گئی۔ تو واقعات پیش آمدہ نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کہ کس طرح آپؓ کی تمام باتیں حرف بحرف پوری ہو گئیں۔ مبارک وہ جو ان پر ایمان لائیں۔

چھٹی شہادت

چھٹی شہادت اس امر پر یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۲ ردسمبر ۱۹۲۳ء کو جو خطبہ جمعہ پڑھا۔ اس میں سیدہ امۃ الحی صاحبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا۔ کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امۃ الحی نے مجھ کو رقعہ لکھا۔ اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی۔ کہ مولوی صاحب مرحوم اپنی زندگی میں ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے وصیت فرمائی۔ کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہدینا۔ کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں۔ اس لئے میں اپنے والد صاحب کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں"

(الفضل ۲۰ ردسمبر ۱۹۲۹ء)

یہ وصیت جو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی آخری ساعت میں آپ کی زبان مبارک سے نکلی کس طرح روز روشن کی طرح ظاہر کر رہی ہے۔ کہ حضور اپنی آخری گھڑیوں میں بھی یہ یقین رکھتے تھے کہ میرے بعد صرف محمود کا وجود ہی ایسا ہے۔ جو جماعت کی راہنمائی کرنے کے قابل ہے۔ پس ان شہادات کی موجودگی میں اگر ہم یہ کہدیں۔ تو ہرگز کوئی خلاف واقعہ بات نہیں ہوگی۔ کہ جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کر دیا تھا۔ اسی طرح اس صدیق ثانی نے اپنے بعد فضل عمر کو نامزد کر دیا۔

غرض ان شہادتوں پر غور کرو۔ یہ اُس عظیم الشان اور مقدس انسان کی شہادتیں ہیں جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق ثانی فرمایا۔ جس کے متعلق لکھا۔ کہ وہ میری ایسی اتباع کرتا ہے۔ جیسا کہ نبض حرکتِ قلب کی۔ جس کی شان بلند کا حضور نے یہ شعر کہکر اظہار فرمایا:۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

غرض یہ اس شخص کی شہادتیں ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفۂ اوّل تھا۔ اور جس کی شاگردی کا جُوا مولوی محمد علی صاحب کی گردن پر رکھا ہوا تھا۔ اور جس نے باوجود سخت ضعف اور نقاہت کے اپنی بیماری کے آخری ایام میں مولوی محمد علی صاحب کو قرآن مجید پڑھایا۔ اگر ایسا عظیم الشان انسان بھی "خلافت محمود" کی تصدیق کر رہا ہو۔ تو اس خلافت کا انکار کرنے والے اگر ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک هم الفاسقون کے ماتحت فاسق اور خارج عن الاطاعت نہیں تو اور کون ہیں۔

حضرت نعمت اللہ ولی علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

؎ پسرش یادگارش مے بینم

حجج الکرامہ میں لکھا تھا۔ کہ ایک خلیفہ ۲۷ سال کی عمر کا ہوگا۔ اور یہ سوائے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے کسی اور پر چسپاں نہیں ہوتا۔ پھر خدا نے آپ کا الہامی نام "فضلِ عمر" رکھا۔ اور جانتے ہو۔ کہ عمرؓ کون تھا۔ وہ رسولِ کریم صلعم کا خلیفۂ ثانی تھا۔ پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت صاف طور پر فرمایا تھا۔ کہ:۔

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا۔ جو اس کا جانشین ہوگا۔ اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آ چکی ہے"

حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲

اور پھر اشعار میں بھی فرمایا۔ کہ:؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

پس ان زبردست شواہد اور اثبات کے باوجود بھی اگر متمردانہ شیوہ اختیار کیا جائے۔ اور اپنا سرِ اطاعت خدا کے ملائکہ کی طرح اس کے احکام کے آگے جھکا نہ دیا جائے۔ تو ایسے شخص یا ایسی قوم کی ہلاکت میں بھلا کیا شبہ رہ سکتا ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو دوبارہ مرکز سلسلہ کی طرف کھینچ لاوے۔ کہ تا وہ خلافت کی برکات اور اس کے عظیم الشان فیوض سے متمتع ہوں۔ اور تا وہ اپنی تمام زندگی خدا کی رضا کے ماتحت بسر کر کے اس کے فضلوں کے جاذب ہوں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین ٭

خاکسار

محمد یعقوب مولوی فاضل قادیان دارالامان

۲ ۱۱/۱۹

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)